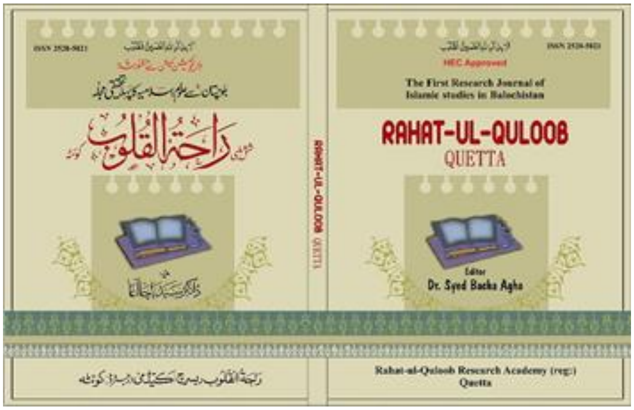

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

CC BY

RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

دستور العمل دیوانی قلات مجریہ 1952ء کا تاریخی و تنقیدی جائزہ

A Historical and Critical Review of the Qalat State Administrative Regulations, Promulgated in 1952

AUTHOR

1. Hafiz Hussain Ahmed, Ph.D Scholar, Sheikh Zayed Islamic Research Centre, University of Karachi, Pakistan.

How to Cite: Hafiz Hussain Ahmed. (2024). URDU دستور العمل دیوانی قلات مجریہ 1952ء کا تاریخی و تنقیدی جائزہ: A Historical and Critical Review of the Qalat State Administrative Regulations, Promulgated in 1952. *Rahat-Ul-Quloob*, *8*(2), 11-20. Retrieved from https://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/470

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/470
Vol. 8, No.2 || July–December 2024 || URDU-Page. 11-20
Published online: 30-12-2024

دستور العمل دیوانی قلات مجریہ 1952ء کا تاریخی و تنقیدی جائزہ

A Historical and Critical Review of the Qalat State Administrative Regulations, Promulgated in 1952

حافظ حسین احمد[1]

ABSTRACT

Kalat is an ancient region in which various dynasties have ruled over time. However, with the accession of Mir Ahmad Khan I in 1666, the Ahmadzai dynasty laid the foundation of the State of Kalat. This dynasty ruled for approximately 281 years. In the early period of the state, hereditary judges (Qazis) were appointed to resolve disputes. These Qazis adjudicated civil cases, while criminal cases were decided by a tribal Jirga, which functioned at three different levels. In 1933, with the accession of Mir Ahmad Yar Khan, a process of reforms began in the state. In 1936, he introduced a Civil Procedure Code for Qazis, and in 1939, an appellate court was established under the name of the Ministry of Education (Wazarat-e-Ma'arif). In 1952, amendments were made to the Civil Procedure Code of Kalat and it was formally enforced. With minor modifications, this code is still in force today in the former state areas.

Keywords: Kalat, Turan, Civil Procedure Code, Administrative Regulations, Promulgated in 1952.

ابتدائیہ:

قلات کے لفظی معنیٰ قلعہ کے ہیں چونکہ عہدِ قدیم سے ایک پرانا قلعہ جسے مقامی زبان میں "میری" کہا جاتا ہے، واقع ہے، اس لیے یہ علاقہ "قلات" کے نام سے موسوم ہوا۔ مختلف مؤرخین نے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے مختلف نام تحریر کیے ہیں، لیکن عہدِ قدیم میں اس علاقے کا مجموعی نام "طوران" تھا، لیکن پھر رفتہ رفتہ "قلات" کے نام سے مشہور ہو گیا جو آج تک قائم ہے۔ عہدِ علوی میں سب سے پہلے یہ نور اسلام سے منور ہوا۔ وہ دن اور آج کا دن قلات کا شمار اسلامی علاقوں میں ہوتا ہے گو کہ درمیان میں قلیل عرصے کے لیے یہاں ہندوؤں کی حکومت بھی رہی ہے، لیکن من حیث المجموع یہاں کی اکثریت کا مذہب اسلام رہا ہے اور اب تک ہے بھی۔ یہاں مختلف ادوار میں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کی ہیں۔[1]

ریاستِ قلات کا تاریخی پس منظر:

قلات میں بلوچوں کی حکومت اگرچہ 1530ء میں قائم ہوئی تھی، مگر آپ کے باہمی اختلافات، نزاعات اور خانہ جنگیوں نے انہیں اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اپنی باقاعدہ منظم اور مستحکم حکومت بناتے اور عدالتوں کے قواعد و اصول مرتب کرتے، لیکن اتنی بات مسلم ہے کہ وہ اپنے باہمی نزاعات کا تصفیہ مستند، معتمد، تجربہ کار اور قبائلی رواج سے واقف اشخاص پر مشتمل جرگہ کے ذریعہ کرتے تھے۔

جرگہ تین سطح پر منعقد کیا جاتا تھا، ایک ضلعی سطح پر، دوسری صوبائی سطح پر اور تیسری مرکزی سطح پر جسے شاہی جرگہ کہا جاتا تھا۔

1666ء میں بلوچ قبیلہ قمبرانی کا ذیلی طائفہ "احمد زئی" بر سر اقتدار آیا اور یہیں سے "ریاستِ قلات" کی بنیاد پڑی۔[2]

ریاستِ قلات میں سب سے پہلے جس شخصیت نے عدلیہ کی داغ بیل ڈالی، وہ خوانین قلات کے جد امجد میر احمد ہیں۔ میر احمد خان ایک نیک خو اور نیک سیرت اور متشرع انسان تھے، آپ نے اپنے دورِ خانی (1666ء–1695ء) میں مختلف علاقوں میں باقاعدہ قاضیوں کا تقرر کیا جو شریعت کے مطابق تنازعات کا تصفیہ کیا کرتے تھے۔

1749ء میں خانِ قلات میر نصیر خان خانِ قلات مقرر ہوئے۔ آپ انتہائی نیک، پابند صوم وصلوٰۃ اور مجاہد تھے۔ آپ کا دورِ خانی (1749-1794ء) ریاستِ قلات کا سنہری اور زریں دَور سمجھا جاتا ہے۔ آپ پہلے خان ہیں جس نے ریاست کی حدود کو متعین کیا، ریاست کو تین حصوں "مرکز، جہالاوان، سراوان" میں تقسیم کیا اور ان کے لیے باقاعدہ نگران مقرر کیے جو سرِ سرداران سراوان (چیف آف سراوان)، سرِ سردارانِ جہالاوان (چیف آف جہلاوان) کہلاتے تھے۔ ریاست کی ایک منظم فوج بنائی۔ دستہ سراوان، دستہ جہالاوان، دستہ خاص (شاہی فوج) کے نام فوج کے تین یونٹ تھے۔ آپ نے ریاستِ قلات کے لیے ایک باقاعدہ آئین بنایا جو آپ کے نام نامی کی مناسبت سے "آئینِ نوری نصیر خان" کہلاتا ہے۔ سولہ دفعات پر مشتمل یہ آئین مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ عمومی ہدایات اور احکامات پر مشتمل ہے۔[3]

آپ نے چونکہ ریاست کو منظم کیا، لوگوں کے حقوق بحال کیے، ظلم وزیادتی اور جور وعُدوان کا خاتمہ کیا، اس لیے بلوچ عوام آپ کا نام عقیدت واحترام سے لیتی ہے اور آپ کو نصیر خان ولی اور نوری نصیر خان جیسے القاب سے یاد کرتی ہے۔ غرضیکہ قلات ایک قبائلی ریاست تھا جس پر قمبرانی قبیلہ کا ذیلی طائفہ احمد زئی خاندان نے تقریباً 281 سال حکمرانی کی اور 1948ء میں پاکستان سے الحاق کرنے سے ختم ہوگئی۔

ریاستِ قلات کی عدلیہ:

نصیر خان نوری نے اپنے دورِ خانی میں باقاعدہ ریاست کا آئین بنایا اور حل نزاعات کے لیے باقاعدہ قاضیوں کا تقرر عمل میں لایا۔ آپ کے دور میں قاضی موروثی ہوتے تھے اور یکے بعدے دیگر اسی خاندان کے افراد قاضی منتخب کیے جاتے تھے۔[4]

قاضی عموماً دیوانی مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے، جبکہ باقی معاملات کا تصفیہ جرگہ کے ذریعہ کیا جاتا تھا جو کہ تین سطح پر منعقد کیے جاتے تھے۔ ایک ضلعی سطح پر، ایک صوبائی سطح اور ایک مرکزی سطح پر جسے شاہی جرگہ کہا جاتا تھا۔[5]

میر احمد یار خان جب 1933ء میں خانِ قلات مقرر ہوئے تو آپ نے دیگر اصطلاحات کے ساتھ ساتھ ریاستِ قلات کی عدلیہ میں اصطلاحات کا آغاز کردیا۔

دستورالعمل مجریہ 1936ء:

خان میر احمد یار خان نے 1936ء میں دستور العمل قلات کے نام سے ایک آئین بنوایا جس کے دو حصے تھے۔ حصہ الف میں فوجداری مقدمات اور ان کی عدالتوں کے اختیارات، جبکہ دوسرے حصہ ب میں دیوانی مقدمات اور ان کی عدالتوں کے اختیارات کا بیان تھا۔

حصہ الف میں نائب مستوفی، نائب وزیر اعظم، وزیر اعظم اور دربار عالیہ قلات کے فوجداری اختیارات کا بیان ہے۔ جبکہ حصۂ ب میں نائب لہڑی، مستونگ، مستوفی نیابت لہڑی، گنداواہ، پنجگور، خضدار، مستونگ، خضدار، پسنی، بندر، ڈھاڈر، بھاگ، سوراب، زہری، مشکے، تربت،

کولواہ، دشت، جیونی، تمپ اور مند، نائب وزیر اعظم مکران، کچھی، قلات (جہالاوان)، ساروان، وزیر اعظم صاحب بہادر ریاست قلات اور دربار عالیہ قلات کے دیوانی اختیارات کا بیان ہے۔

اس کی بارہ ذیلی دفعات ہیں جن میں مذکورہ بالا عدالتوں، ان کا دائرہ اختیار، طریقہ فیصلہ اور ان کے فیصلوں کے خلاف اپیل عدالت اور اس کا دائرہ کار اور طریقہ تصفیہ کو واضح کیا گیا ہے۔

دفعہ نمبر 2 میں اس کا نام اور تاریخِ نفاذ کا تذکرہ ہے کہ یکم اپریل 1936ء سے نافذ العمل ہو گا۔

دفعہ نمبر 3 میں ہے کہ اس وقت جو فوجداری یا دیوانی مقدمات نیابتوں میں چل رہے ہیں، وہ اس دستور العمل کے نافذ ہونے کے بعد ان عدالتوں میں لگائے جائیں جو اَب ان کے لیے تجویز کیے گئے ہیں۔[6]

اس دستور العمل میں عدالتوں کے پانچ درجات کیے گئے تھے:

(1) عدالتِ نائب تحصیلدار

(2) عدالتِ تحصیلدار

(3) نائب وزیر اعظم کی عدالت

(4) وزیر اعظم کی عدالت

(5) دربارِ عالیہ قلات (خانِ قلات کی عدالت)

وزارتِ معارف: عدالت مرافعہ:

ریاستِ قلات میں ابتداء میں قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کا کوئی سراغ نہیں ملتا ہے، البتہ میر احمد یار خان جب 1933ء میں خان مقرر ہوئے تو انہوں نے ریاست میں دیگر اصطلاحات کے ساتھ ساتھ عدلیہ میں بھی اصلاحات کیں ۔ آپ نے 1939ء میں وزارتِ معارف قائم کی اور لوگوں کو یہ حق دیا کہ اگر وہ قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنا چاہیں تو وزرات معارف میں اپیل کر سکتے ہیں۔ ابتداء میں قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل قاضیِ مرکز کے پاس دائر ہوتی، لیکن 1939ء میں وزراتِ معارف کا قیام عمل میں لایا گیا اور اسے قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی مجاز عدالت قرار دیا گیا۔[7]

دستورالعمل دیوانی مجریہ 1952ء:

اس کے بعد 1952ء میں جب ریاستِ خاران، ریاستِ لسبیلہ اور ریاستِ قلات کو ملا کر ریاستہائے متحدہ بلوچستان یعنی بلوچستان اسٹیٹس یونین (BSU) بنایا گیا تو 1936ء کے دستور العمل دیوانی قلات میں ترمیم کر کے اسے ریاستہائے متحدہ بلوچستان میں نافذ کیا گیا۔

میر احمد یار خان نے 1951ء میں یہ قوانین بنائے:

(1) ضابطہ فوجداری قلات 1951۔

(2) تعزیراتِ قلات 1951ء۔

(3) قانون شہادتِ قلات 1951۔

دستور العمل دیوانی قلات 1952ء

1955ء تک ریاستہائے متحدہ بلوچستان کی عدالتوں میں ان ہی قوانین کے مطابق عمل ہوتا رہا، لیکن 1955ء میں ون یونٹ کے قیام کے بعد ریاستہائے متحدہ بلوچستان کو بھی مغربی صوبہ میں شامل کر کے مجموعہ ضابطہ دیوانی مجریہ 1908ء کے حدودِ نفاذ میں دیدیا گیا

مجموعہ ضابطہ دیوانی 1908ء کے متحدہ بلوچستان کے علاقوں میں نافذ کرنے سے ریاستِ قلات کے قوانین میں سے ضابطہ فوجداری قلات، تعزیراتِ قلات منسوخ کیے گئے، لیکن دستور العمل دیوانی قلات کو رہنے دیا گیا۔ اس اعتبار سے دستور العمل دیوانی قلات وہ واحد قانون ہے جو 1952ء سے تواتر اور تسلسل کے ساتھ ایک مؤثر قانون کی شکل میں نافذ چلا آرہا ہے۔ چند معمولی نوعیت کی ترامیم کے علاوہ اس میں اہم ترامیم 1984ء صدارتی حکم کے ذریعہ کی گئیں۔

مجلسِ شوریٰ: مجلس مرافعہ:

دستور العمل دیوانی قلات کے تحت مقرر قاضیوں کے خلاف مرافعہ مجلسِ شوریٰ میں پیش کیے جاتے ہیں جو درج ذیل اضلاع میں قائم ہے:

(1) مجلسِ شوریٰ مستونگ

(2) مجلسِ شوریٰ خاران

(3) مجلسِ شوریٰ خضدار

(4) مجلسِ شوریٰ پنجگور

(5) مجلسِ شوریٰ تربت

(6) مجلسِ شوریٰ نصیر احمد بمقام ڈیرہ مراد جمالی

(7) مجلسِ شوریٰ سبی

(8) مجلسِ شوریٰ لسبیلہ

قاضیوں کی اہلیت:

قاضی کی اہلیت کے لیے یہ شرائط رکھی گئیں:

(1) کسی تسلیم شدہ دارالعلوم (مدرسہ) سے درس نظامی کی سند فراغت کا حامل ہو۔ (ترجیحاً انگریزی دان ہو)

(2) یا کسی تسلیم جامعہ / یونیورسٹی سے لاء ڈگری ہولڈر ہو۔ اور تین سال وکالت کا تجربہ رکھتا ہو

(3) عمر کم از کم 28، زیادہ سے زیادہ 40 برس ہو۔

ممبر شوریٰ کی اہلیت:

ممبر شوریٰ کی اہلیت کے لیے یہ شرائط رکھی گئیں:

(1) کسی تسلیم دار العلوم (دینی مدرسہ) سے درس نظامی کی سندِ فراغت کا حامل ہو یا کسی مساوی ادارہ سے مساوی سند کا حامل ہو۔(ترجیحاً انگزیزی دان ہو)

(2) کسی جامعہ / یونیورسٹی سے لاء ڈگری ہولڈر ہو اور پانچ سال وکالت کا تجربہ کا حامل ہو۔

(3) جو سول عدالتوں میں جج ہو، یا قاضی ہو، اس کے لیے عمر کی حد کم از کم 30 ہے۔

اس کے بعد دستور العمل دیوانی قلات 1952ء کے تحت مقرر کردہ قاضیوں اور ممبرز شوریٰ کے لیے بھی متذکرہ بالا شرائطِ اہلیت لازمی کرادی گئیں جو اَب تک لاگو ہیں۔[8]

دستور العمل دیوانی قلات مجریہ 1952ء میں ترامیم:

دستور العمل دیوانی قلات ایک اہم مختصر، مگر جامع دستور ہے۔ یہ اپنی تاریخ اجراء سے نافذ ہے گو کہ اس میں جزوی ترامیم کی گئی ہیں، مگر من حیث المجموعہ اب بھی نافذ ہے۔ اب تک اس میں درج ذیل ترامیم کی گئی ہیں:

(1) سب سے پہلے بحکم فرمان نمبر: 1515، وی، او مجریہ پندرہ اگست 1955ء مجلس حکمران وزیر عدلیہ کی بجائے ڈپٹی کمشنر کی ترمیم کی گئی۔

(2) دوسری ترمیم نوٹیفکیشن نمبر: 397، مجریہ 26 / 27 جولائی 1955ء کے ذریعہ یہ گئی کہ وزیرِ معارف کی جائے مجلسِ شوریٰ کو اپیل عدالت قرار دیا س گیا۔

(3) تیسری ترمیم صدارتی حکم نامہ 32 مجریہ 1984ء کے ذریعہ یہ کی گئی کہ تمام دعویٰ جات کے اِدخال اور سماعت کا اختیار قاضی عدالتوں کو براہ راست دیدیا گیا۔ اس سے پہلے یہ اختیار نائب تحصیلدار، تحصیلدار صوبوں کے نظماء اور ڈپٹی کمشنر ز کی عدالتوں کو بلحاظ مالیت حاصل تھا۔[9]

دستور العمل دیوانی قلات ایک مختصر، جامع اور سہل قانون ہے جس میں تنازعات کے طریقہائے تصفیہ چار تجویز کیے گئے ہیں:

(1) صلح و مصالحت

(2) ثالثی، حکم

(3) پنچائیت اور جرگہ

(4) شریعتِ مطہرہ۔

گو کہ اس میں درج بالا چاروں طریقے تصفیہ کے لیے تجویز کیے گئے ہیں، لیکن دفعہ نمبر: 22 میں قاضی صاحبان کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ فریقین کے مسلمان ہونے کی صورت میں دیوانی مقدمات کا فیصلہ شرعِ انور کی روشنی میں کریں۔ اسی لیے قاضی صاحبان دیوانی مقدمات کا فیصلہ

شریعت کے مطابق کرتے ہیں۔[10]

غرضیکہ دستور العمل دیوانی قلات 27 دفعات پر مشتمل ایک انتہائی مختصر، مگر جامع قانون ہے۔ اس میں فیصلے کے مختلف طریقے تجویز کیے گئے ہیں اور اس میں قاضی صاحبان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو ایسے احکامات جاری کر سکتے ہیں جو عدل کے تقاضوں اور دستور العمل دیوانی کے منشاء کے مطابق ہوں اور انتظامی پیچیدگیوں کے ازالہ کے سلسلہ میں معاون ثابت ہو سکتے ہوں۔ اس کے علاوہ دستور العمل دیوانی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی حیثیت اصل قانون (Sub Sanative law) اور ضابطہ (Proceger Low) دونوں کی ہے۔ 1936ء بلکہ اس سے بہت پہلے ایک مؤثر قانون کی شکل میں رائج ہے اور قاضی صاحبان اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہیں۔

گو کہ دستور العمل دیوانی قلات 27 دفعات پر مشتمل ایک انتہائی مختصر قانون ہے، مگر چونکہ اس میں قاضی صاحبان کو شرعِ انور کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند بنایا گیا ہے اور شرع انور میں فقہ اسلامی کی صورت میں دیوانی مقدمات کی ہر جزئیہ موجود ہے، اس لیے اس کے اختصار کا نقص فقہ اسلامی کی وسعت سے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے، اس لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی سب کمیٹی برائے عدلیہ نے اپنی رپورٹ منعقدہ 1992-1993ء میں قاضی عدالتوں کو پورے ملک تک پھیلانے کی سفارش کی اور کونسل کی 2000ء کی کمیٹی برائے جائزہ ضابطہ دیوانی 1908ء، نے اس سے لفظ بلفظ اتفاق کیا اور بغیر کسی ترمیم کے منظور کر لیا۔

نظریاتی کونسل پاکستان نے اپنے پندرہویں اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ 20، 21 فروری 1993ء میں بلوچستان کی قاضی عدالتوں کے بارے میں یہ تجویز دی:

> "کمیٹی نے متعلقہ قوانین اور رائج الوقت شرعی ضابطہ دیوانی کا بھی بغور جائزہ لیا۔ کمیٹی اس امر پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتی ہے کہ شریعت کے اصولوں کے عین مطابق قضاء کا یہ نظام فوری اور مفت انصاف فراہم کرتا ہے اور اس نظام کو عامۃ الناس کا اعتماد بھی حاصل ہے۔ یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ علاقہ کے ہندو اور عیسائی بھی اس نظام سے مطمئن ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کے مقدمات عام سیکولر عدالتوں کے بجائے قاضی عدالتوں میں جائیں۔ خود ارکان کمیٹی سے ایک ہندو وکیل جناب میمن داس نے اپنے اس یقین اور اعتماد کا اظہار کیا کہ قاضی عدالتوں کا دائرہ پورے صوبہ پر محیط کر دینے سے عدل وانصاف کے تقاضے بدرجہ اتم ہوں گے۔ کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی کہ ملک میں نفاذِ شریعت کے مسئلہ کو تیز تر بنانے کے لیے موزون ہو گا کہ بلوچستان کے نہایت مفید اور کامیاب تجربہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔"[11]

لیکن بایں ہمہ خوبی اور سہل الحصول طریقہ انصاف کے دستور العمل دیوانی قلات مجریہ 1952ء کو اُس مجموعہ ضابطہ دیوانی مجریہ 1908ء کے تابع کیا گیا ہے جس کے بارے میں کونسل کی حتمی رائے یہ ہے:

> "کونسل نے ضابطہ دیوانی 1908ء کا اول تا آخر تفصیل سے جائزہ لے کر ان دفعات، شقوں، آرڈرز اور رولز کی نشاندہی کر دی ہے جو شریعت کی روشنی میں قابلِ حذف یا قابلِ ترمیم ہیں۔ حکومت سے ہماری پر زور اپیل ہے کہ ان

معروضات کی روشنی میں فوری اور مؤثر کاروائی کی جائے تاکہ دیوانی مقدمات کی طوالانی اور پیچیدگیاں کم ہوں اور لوگوں کو انصاف فراہم کرنا نسبتاً آسان ہو جائے۔ ساتھ ہی کونسل کی دیانت دارانہ اور ملک وملت کے لیے خیر خواہانہ رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا ترامیم تو فوری طور پر نافذ کر دی جائیں، مگر ضابطہ دیوانی 1908ء(موجودہ) جو تقریباً100 سال پرانا ہو چکا ہے اور انگریزوں نے اس وقت کے اپنے مصالح کے تحت اس کی تدوین کی تھی، اسے اب از سر نو شریعت کی روشنی میں اس طرح مدون کیا جائے کہ وہ مختصر، سادہ، واضح اور آسان ہو۔ موجودہ ضابطہ دیوانی 1908ء کا بغور تفصیلی جائزہ لینے اور ضابطہ دیوانی کا طویل تجربہ رکھنے والے ماہرین قانون سے مشورہ کے بعد کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ دیوانی مقدمات سے انتہائی افسوس ناک اور شرم ناک حد تک ہونے والی تاخیر جو "انصاف سے انکار" کے ہم معنیٰ ہو کر رہ گئی ہے، اس کا ایک بڑا سبب یہ موجودہ مجموعہ ضابطہ دیوانی بھی ہے۔"[12]

دستور العمل کا تنقیدی جائزہ:

دستور العمل دیوانی قلات 1952ء ستائیس (27) دفعات پر مشتمل ایک مختصر قانون ہے جو تواتر کے ساتھ سابقہ بلوچستان اسٹیٹس یونین کے علاقوں میں نافذ چلا آرہا ہے۔

دفعہ نمبر:2۔ مقدمات دیوانی میں مدعی پر لازم ہو گا کہ عدالتِ مجاز اصالتاً حاضر ہو کر اپنا صحیح اور واضح دعویٰ پیش کرے اور تحت میں اس کی صحت کی تحریری تصدیق کرے۔ اس کو عرضی دعویٰ مثنیٰ یا اگر مدعا علیہم ایک سے زیادہ ہوں تو اتنی تعداد میں مزید پیش کرنے ہوں گے

تبصرہ: اس دفعہ میں گو کہ مدعی کو اصالتاً یعنی بذات خود پیش ہونے کا کہا گیا ہے، لیکن چونکہ اس کو ضابطہ دیوانی مجریہ 1908ء کے تابع کیا گیا ہے۔ ضابطہ دیوانی مجریہ 1908ء کے آرڈر نمبر:3، قاعدہ نمبر:1 میں ہے کہ صحتِ دعویٰ کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مدعی خود پیش ہو کر دعویٰ دائر کرے، بلکہ اگر وہ اپنے وکیل یا مختار کے ذریعہ بھی دائر کرے تو بھی قابلِ قبول ہے۔ البتہ اتنا ضروری ہے کہ اگر عدالت کسی دعویٰ میں فریق کو خود اصالتاً پیش ہونے کا کہے تو وہ بھی درست ہے اور ایسی صورت میں فریق مذکور کو خود پیش ہونا پڑے گا، وکیل یا مختار کے پیش ہونے سے کام نہیں چلے گا۔

عرضی دعویٰ کی قبولیت کو حلفیہ بیان پر دینے مشروط کرنا:

اس دفعہ میں عرضی دعویٰ پیش کرنے کے وقت ہی مدعی پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ اپنے عرضی دعویٰ کی تصدیق حلفیہ کرے، اسی طرح مدعیٰ علیہ پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ اپنے جوابِ دعویٰ کی تصدیق حلفیہ کرے۔

دعویٰ اور جوابِ دعویٰ کو قابلِ سماعت قرار دینے کے لیے حلف (اللہ کی قسم) کو لازم قرار دینا شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

"البینۃ علی المدعی و الیمین علیٰ من أنکر۔"[13]

ترجمہ: بینہ (ثبوت) پیش کرنا مدعی کے اور قسم کھانا اس کے ذمہ ہے جو انکار کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی کو اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے بینہ (ثبوت) پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اگر وہ بینہ (ثبوت) پیش نہ کر سکے تو مدعیٰ علیہ کا انکار حلفیہ بلا حلف نہیں، بشرطیکہ مدعی مدعیٰ علیہ سے حلف (قسم) کا مطالبہ کرے۔

غرضیکہ دعویٰ اور جوابِ دعویٰ کی سماعت کے لیے شریعت نے حلف کی کوئی پابندی نہیں لگائی، لہذا دعویٰ اور جوابِ دعویٰ داخل کرتے وقت قسم کی پابندی لگانا جہاں مدعی اور مدعیٰ علیہ پر ایک قسم کا ظلم ہے، وہیں اللہ کے نام کی قسم کے تقدس کے بھی خلاف ہے۔

دفعہ نمبر:13۔ فریقین مقدمہ کے گواہوں اور ان کے لانے ولے جانے کے خرچہ کے بارے میں ہے کہ ہر فریق کے گواہوں کا خرچہ اسی پر ہوگا اور اگر ضرورت ہو تو عدالت اس کا انتظام کر سکتی ہے، لیکن اس کا خرچہ اس فریق کے ذمہ ہوگا جس کے وہ گواہ ہوں۔

گواہوں کا خرچ لینا اور عدالت کا خرچہ جمع کیے بغیر گواہوں کو سننا:

قرآن وسنت کی رو سے حقوق العباد میں ادائے شہادت فرض ہے عدالت سے قریب ہونے اور کسی مالی مالی وجانی مشقت کے قابل برداشت ہونے کی صورت میں گواہ پر لازم ہے کہ مدعی کی درخواست پر خرچہ کے بغیر عدالت میں حاضر ہو کر اپنے ذمہ عائد شدہ اس فرض سے عہدہ برا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا۔"[14]

ترجمہ: گواہ انکار نہ کریں، اگر انہیں ادائے شہادت کے لیے بلایا جائے۔

گواہ معاوضے کا مستحق تو نہیں ہے، البتہ اپنی آمد ورفت وغیرہ کا ضروری خرچہ لینے کا مستحق ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے:

ولا یضار کاتب ولا شھید وان تفعلوا فانہ فسوق بکم ، واتقوا اللہ۔[15]

ترجمہ: نہ کسی کاتب کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لیے گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور ظاہر ہے کہ گواہ پر آمد ورفت وغیرہ کا خرچہ ڈالنا اس کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے جو ناجائز ہے۔[16]

لیکن عدالت کا محض اس لیے شہادت لینے سے انکار کرنا کہ گواہوں کا خرچہ جمع نہیں ہے، سراسر ناجائز اور ظلم وستم کو طول دینے کے مترادف ہے۔

غرضیکہ دستور العمل قلات گو کہ نام کی حد تک اَب بھی سابقہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان کے کئی علاقوں میں نافذ ہے، لیکن چونکہ اسے ضابطہ دیوانی مجریہ 1908ء کے تابع کیا گیا ہے، اس لیے قاضی صاحبان اپنے فیصلوں میں دستور العمل دیوانی قلات کی دفعات کا حوالہ دینے کے بجائے ضابطہ دیوانی مجریہ 1908ء کی دفعات، شقوں اور احکامات کا حوالہ دیتے ہیں۔ لہذا یہ کہنا بے جا اور مبالغہ پر مبنی نہ ہوگا کہ اکثر قاضی صاحبان جن کی تعلیم وتربیت لاء کالجز میں ہوئی ہے، دستور العمل دیوانی قلات کے نام تک کو نہیں جانتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] قلاتی، محمد حنیف ودیگر، تاریخ قلات (بلوچ قوم وبلوچستان کے پس منظر میں زمانہ قبل از تاریخ تاحال)، نیو کالج پبلشرز کوئٹہ، 2019ء، ص72، 73

[2] آخوند، صالح محمد (مترجم: گل خان نصیر)، تاریخ خوانین قلات، نساء ٹریڈرز کوئٹہ، 1982ء، ص:24-28، براہوئی، ڈاکٹر عبد الرحمن، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، بارہ سوم:2020ء، ص35

[3] میر احمد یار خان، خان آف قلات، تاریخ بلوچ قوم وخوانین بلوچ، ناشر: اسلامیہ پریس کوئٹہ، 1974ء، ص62، 61، محمد انور، قاضی، ذِکری ریاستِ قلات کے حکمرانوں کی نظر میں، ناشر جامعہ دار العلوم بھاگ ناڑی، کچھی بولان 1992ء، ص32

[4] احمد زئی، میر نصیر خان، تاریخ بلوچ وبلوچستان، ناشر: بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، طبع اول:1994ء، ج5، ص293، 294) نصیر، میر گل خان، بلوچستان قدیم اور جدید تاریخ کی روشنی میں، ناشر: نساء ٹریڈرز کوئٹہ، اشاعت:1998ء، ص260، 261،) بلوچ، ڈاکٹر فاروق، بلوچ اور ان کا وطن، ناشر: فکشن ہاؤس لاہور، سن 2012ء، ص170، بلوچ سماج، ص72) میر احمد یار خان، خان آف قلات، تاریخ بلوچ قوم وخوانین بلوچ، ناشر: اسلامیہ پریس کوئٹہ، 1974ء، ص:62، 61، ذکری ریاستِ قلات کے حکمرانوں کی نظر میں، ص32

[5] شاہوانی، میر رحیم داد، تاریخ قلات، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، طبع اول:1975ء، ص300

[6] شروح دستور العمل دیوانی قلات وشریعت ریگولیشن، ص11-24

[7] عثمانی، مفتی محمد تقی، نقوشِ رفتگان، ادارۃ المعارف کراچی، 1996ء، ص180-184، مولانا عبد المجید، وفاق المدارس اکابرین کی نظر میں، ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مارچ2017ء

[8] شروح دستور العمل دیوانی قلات و۔۔۔ ص39، ملخصاً

[9] دستور العمل قلات بمع شرح، ص7، شروحِ دستور العمل دیوانی قلات و۔۔۔ ص27

[10] دستور العمل دیوانی قلات بمع شرح، ص67

[11] عثمانی مفتی محمد رفیع، (مرتب: مولانا ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی) پاکستان کے قیام، دستور سازی اور اسلامی نظام کی ترویج میں ہمارے اکابر کا کردار اور طریقہ کار، ناشر: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع 2019ء، جزء چہارم ضمیمہ جات، ج2، ص436، بحوالہ قاضی عدالتوں کی اصلاح وتوسیع کے لیے تجاویز، سالانہ رپورٹ 1992-93ء اسلامی نظریاتی کونسل

[12] پاکستان کے قیام۔۔۔ اور ہمارے اکابر کا کردار، ص431

[13] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط2003ء، ج10، ص427، حدیث 21201

[14] البقرۃ، 2: 282

[15] البقرۃ، 2: 282

[16] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ناشر: ادارۃ المعارف کراچی، طبع:2005ء، ج1، ص687